رسالت ایک مشن ہے

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالت ایک مشن ہے

استاذہ نگہت ہاشمی

رسالت ایک مشن ہے

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : رسالت ایک مشن ہے
مُصنّفہ : نگہت ہاشمی
طبع اوّل : مئی 2007ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 98/CII گلبرگ III فون:042-7060578-7060579
فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1، کینال روڈ، فون: 041 - 872 1851
بہاولپور : 7A، عزیز بھٹی روڈ، ماڈل ٹاؤن اے، فون: 062 - 2875199
2885199، فیکس: 062 - 2888245
ملتان : 888/G/1، بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی، بوسن روڈ، گلگشت
فون: 061 - 6223646
ای میل : alnoorint@hotmail.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:
مومن کمیونیکیشنز B-48 کرین مارکیٹ بہاولپور
فون: 062 - 2888245
قیمت : روپے

ابتدائیہ

راستے چلنے کے لئے بنتے ہیں لیکن ہر چلنے والے نے ایک منزل پر نہیں پہنچنا ہوتا اس لیے راستوں پر راہ نمائی کے لئے ایسے نشانات، ایسے سنگِ میل نصب کیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے یہ یقین ہو جائے کہ مسافر صحیح راستے پر چل رہا ہے اور اس کا سفر منزل کی جانب ہے۔ مختلف مقامات تک پہنچانے کے لئے سڑکیں بنیں یا ریلوے لائنیز، منزل کی طرف جانے کے لئے جا بجا راہ نمائی کے لئے انتظامات کیے جاتے ہیں لیکن جہاز جب فضاؤں میں پرواز کرتے ہیں تو فضا میں کچھ نصب نہیں ہوتا لیکن نقشے کی مدد سے، قطب نما کی مدد سے، آلات کی مدد سے راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے اور یوں منزل تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہی حال پانیوں پر چلنے والے ships کا بھی ہے۔ صحراؤں میں چلنے والے تاروں سے راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔ کسی بس، ٹرین، جہاز یا ship کی یا اُن کو چلانے والوں کی آنکھیں براہِ راست منزل کو نہیں دیکھتیں۔ راہ نمائی کی، راہ نما کی، راستہ دکھانے والی علامات کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسی طرح سے انسان بھی مسافر ہے۔ اُسے بھی اپنی منزل اپنی جنت تک پہنچنا ہے۔ منزل تک پہنچنے کے لئے اُسے راہ نما کی راہ نمائی کی، راستہ دکھانے والی علامات کی ضرورت ہے۔

انسان کسے راہ نما بنائے؟

کس سے راہ نمائی لے؟

کس علامت سے راہ نمائی حاصل کرے؟

انسان کو پودوں کے بارے میں راہ نمائی چاہیے ہو، دوا کے بارے میں، جانوروں کے بارے میں، زبانوں کے بارے میں تو انسان اس فیلڈ کے ماہرین سے راہ نمائی لیتا ہے، اسی فیلڈ سے متعلقہ کتابیں پڑھتا ہے، اُسی علم کے استاد سے راہ نمائی لیتا ہے۔ اسی طرح انسان کو اپنی زندگی، اس کے آغاز، اس کے انجام، اپنے مقصدِ زندگی، اپنے لائف سٹائل، اپنی values، اپنے اخلاق، اپنے معاملات کے بارے میں راہ نمائی چاہیے تو اس کے لئے ربّ نے بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ اس نے اپنے رسولوں کو راہ نما بنا کر بھیجا۔ اُن کی زندگیوں، اُن کی تعلیمات کو راستہ دکھانے والی علامات بنا دیا۔ اپنی کتابوں کو مستقل راہ نمائی بنا دیا۔ جب سے انسان زمین پر آیا، راہ نمائی کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ آخری نبی ﷺ اور آخری کتاب کے آنے کے بعد اسی نبی ﷺ کی تعلیمات اور قرآن کی راہ نمائی کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کو انسانوں تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسالت کا ذریعہ اختیار کیا ہے۔

رسالت کیا ہے؟ رسولوں کا منصب۔ رسالت تو انسانیت کے لئے وہ روشن آنکھیں ہے جن کے واسطے سے انسان اُفق کے اُس پار جھانک کر اپنا مستقبل دیکھتے ہیں اور دنیا میں اس مستقبل کے لئے کوششیں کرتے ہیں۔ اس کے لئے اپنا سب کچھ، وقت، مال، صلاحیتیں، قوتیں، اولاد سبھی کچھ لگا دیتے ہیں۔ رسالت تو ایک مشن ہے کہ انسان اندر سے سکون پا جائے، انسان کو زندگی کا مقصد مل جائے، انسان کو امن مل جائے، انسان کو Social Justice مل جائے۔ رسولوں نے اپنے مشن کی تکمیل کے لئے خالق سے متعارف کروایا، مقصدِ زندگی

سمجھایا، کائنات میں انسان کی حیثیت واضح کی، زندگی گزارنے کے طریقے سکھائے، اَخلاق درست کیے، بین الانسانی معاملات سے لے کر بین الاقوامی معاملات تک کے لیے راہ نمائی دی۔

رسول ''اصلاح'' کے مشن پر آئے تھے۔انسان کی انفرادی اصلاح سے لے کر بین الاقوامی اصلاح تک انہوں نے کہیں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ یہ اصلاح صرف کل کی ضرورت نہیں تھی، آج بھی بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ نما چاہیے۔آج گُھپ اندھیرے میں سفر کرتی ہوئی انسانیت، بے نام منزل کی طرف بڑھتی ہوئی انسانیت راہ نما کی تلاش میں ہے۔انسانیت نے راہ نما کی تلاش میں بہت ٹھوکریں کھائی ہیں۔کبھی فلسفیوں کے پیچھے، کبھی سائنس دانوں کے پیچھے، کبھی روحانی سکون کے لئے صوفیوں، Saints، پادریوں، بھکشوؤں کے پیچھے لیکن انسان کو کوئی راہ نما مطمئن نہیں کرسکا، اس لئے کہ ہر ایک کی راہ نمائی یک رُخی تھی۔کسی ایک رُخ کی اگر اصلاح ہوئی تو باقی ہر طرف گمراہی تھی۔گمراہی کے بوجھ تلے دبی سسکتی ہوئی انسانیت آج کسی ایسے راہ نما کو پکار رہی ہے جو اس کے رِستے ہوئے زخموں پر پھاہا رکھ سکے، جو اس کی ڈوبتی نبضوں اور جاتی ہوئی زندگی کو واپس لا سکے، جو اُس کے ریزہ ریزہ اور چور چور ہونے والے وجود کو جوڑ سکے، جو اُس کی ڈوبتی معیشت، سسکتی روحانیت، دم توڑتے اَخلاق، بگڑتے معاملات، ٹوٹتے رشتوں، بکھرتے خاندانوں، لرزہ براندام معاشروں اور ہچکیاں لیتی ہوئی سیاست کے لئے مسیحا بن سکے۔

زمین پر جب بھی سچی طلب بیدار ہوتی ہے عرش اور اُس کے اردگرد اس کی لہروں کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔پھر انسانیت کے لئے کوئی نجات دہندہ بھیجا جاتا ہے۔انسانیت کے نبض شناس نے آج کی اس گھٹن، اس تعفن کو صدیوں پہلے محسوس کر کے یہ اعلان کیا تھا:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیآء:107)

''ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا (الاحزاب:47-45)

''اے نبی ﷺ! ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اُس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔ بشارت دے دو اُن لوگوں کو جو (تم پر) ایمان لائے ہیں کہ اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہے''۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آلِ عمران:164)

''درحقیقت اہلِ ایمان پر تو اللہ تعالیٰ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود اُنہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اُٹھایا جو اُس کی آیات اُنہیں سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے''۔

آنے والا آ گیا

اُس نے راستہ دکھا دیا

اللہ تعالیٰ نے اُس کی زندگی کو روشن چراغ بنا دیا

آج ان کی حیات کا کوئی گوشہ چھپا ہوا نہیں۔ انہوں نے کل پورے کے پورے انسان کو اندر سے بدلا تھا۔ اس تبدیلی کی لہریں گھر سے لے کر تعلیمی اداروں تک، منڈیوں

سے لے کر عدالتوں تک، اَخلاق سے لے کر بین الاقوامی معاملات تک محسوس کی گئی تھیں۔ کل اگر انسان بدلا تھا، سسٹم بدلے تھے، انسانیت نے سُکھ کا سانس لیا تھا، انسانیت کو امن ملا تھا، معاشرتی انصاف ملا تھا، دنیا سنوری تھی تو آج بھی سب کچھ بدل سکتا ہے۔ یہ جہان امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ انہیں راہ نما بنانے کی ضرورت ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِین کہا۔ ان کے مشن کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ اس مشن کو لے کر چلنا ہی انسانیت کی اصل خدمت ہے۔ آیئے آپ بھی اس مشن میں شامل ہو جایئے۔

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ م مِنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ ط وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِیْنَ مِنْ م بَعْدِھِمْ مِّنْ م بَعْدِ مَا جَآءَ تْھُمُ الْبَیِّنٰتُ وَلٰکِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْھُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْھُمْ مَّنْ کَفَرَ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا اقْتَتَلُوْا قف وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ (البقرہ: 253)

"یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ہم نے ان کو ایک دُوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے، ان میں کوئی ایسا تھا جس سے خدا خود ہمکلام ہوا، کسی کو اس نے دُوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیے اور آخر میں عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو روشن نشانیاں عطا کیں اور رُوحِ پاک سے اس کی مدد کی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ممکن نہ تھا کہ اِن رسولوں کے بعد جو لوگ روشن نشانیاں دیکھ چکے تھے وہ آپس میں لڑتے مگر (اللہ تعالیٰ کی مشیّت یہ نہ تھی کہ وہ لوگوں کو جبراً اختلاف سے روکے اس وجہ سے) انہوں نے باہم اختلاف کیا۔ پھر کوئی ایمان لایا اور کسی نے کفر کی راہ اختیار کی۔ ہاں، اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ہرگز نہ لڑتے مگر اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے"۔

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ

''یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ہم نے ان کو ایک دُوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے''۔

اس آیت کے ابتدائی حصے میں کچھ باتیں توجہ طلب ہیں:

1۔رسول کون تھے؟

2۔رسالت کا فریضہ کیسے ادا کیا جاتا ہے؟

3۔رسولوں کو فضیلت کس اعتبار سے دی جاتی ہے؟

4 رسولوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کلام۔

5۔درجات کی بلندی۔

اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں:

تِلْکَ الرُّسُلُ

''یہ رسول''۔

رسول کے لفظ کو دیکھیں ہمیں کیا بتاتا ہے؟ کوئی ہے جو بھیجنے والا ہے، جو پیغام دینے والا ہے، جس کو ان افراد سے محبت ہے جنہیں پیغام دینا مقصود ہے، جن کے لیے پیغام اُتارا جاتا ہے۔

تِلْکَ الرُّسُلُ

"یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے)"۔

یہ رسول کون تھے؟ کیا کرنے آئے؟ رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب شدہ شخصیات تھیں۔ بندے اور رب کو ملانے کے لیے اہم رابطہ تھے۔ براہِ راست اللہ تعالیٰ کی رہنمائی پاتے تھے۔ نہ ان کی رہنمائی میں غلطی کا امکان تھا، نہ وہ سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے تھے۔ رسول نہ جھوٹ بولتے تھے، نہ حق کو جھٹلاتے تھے، نہ حق کو چھپاتے تھے۔ رسولوں نے جو کام کیا وہ بہت بڑا کام ہے۔

دیکھئے دنیا میں بڑی بڑی شخصیات کے بارے میں آپ جانتے ہیں، پڑھتے ہیں اور متاثر ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر انسان پر بڑا احسان ہے ایڈیسن کا کہ اس نے بجلی دریافت کی۔ آج ہم بجلی کو زندگی سے الگ کر دیں تو یوں لگتا ہے جیسے زندہ رہنے کا کوئی امکان ہی نہ ہو۔ اسی طرح بہت سارے سائنس دان ہیں جنہوں نے تحقیقات کیں اور اس کے نتیجے میں انسانوں کو بہت سارے فوائد ہوئے لیکن آپ یہ دیکھئے کہ بجلی استعمال کرنے والوں میں سے کوئی ایڈیسن کو نہیں جانتا، شاید شاذ و نادر افراد ہی جانتے ہیں۔ Common users میں سے کسی نے کبھی سوچا ہی نہیں کہ کوئی وقت تھا جب بجلی نہیں تھی۔ یہ کون تھا جس نے بجلی ایجاد کی؟ اگرچہ بجلی کی انسان کو بہت ضرورت ہے کیونکہ اسے روشنی چاہئے لیکن انسان صرف مادی وجود نہیں ہے، اُس کی ایک روحانی حیثیت ہے۔ جیسے اس کے مادی وجود کو بجلی کی وجہ سے بہت سارے فوائد پہنچتے ہیں اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ روشنی نصیب ہوتی ہے، اسی طرح روحانی طور پر انسان کو جس سے روشنی نصیب ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وحی، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

اگر ہم دنیا میں یہ دیکھنا چاہیں کہ جتنے لوگوں نے بڑے کارنامے انجام دیئے ان کے

مقابلے میں رسولوں کی کیا حیثیت ہے؟ رسولوں کا کام کس نوعیت کا ہے؟ تو بات زیادہ اچھے طریقے سے سمجھ میں آئے گی۔ آپ دیکھئے کہ جو بھی فیلڈ آپ لینا چاہیں، بات سیاست کی ہو، قانون کی ہو، معاشرتی طور طریقوں کی ہو یا دیگر ایجادات کی، انسانوں نے جتنے بھی کام کیے ان کے فوائد کے حصول کے لیے انسان کو اس دنیا میں کوشش کرنی پڑتی ہے۔ جتنے بھی فوائد سہی لیکن اگر آپ دیکھیں تو مادی دنیا میں جتنی تبدیلیاں آئی ہیں ان کے بغیر انسان نے زندہ رہ کر دکھایا ہے، ان کے بغیر انسان کا گزارا چل سکتا ہے۔ فائدہ ہے، سہولت ملتی ہے لیکن نہ بھی ہوں تو گزارہ چلتا ہے۔ جن علاقوں میں زلزلہ آیا تھا ان میں سے کتنے ہی علاقے ہیں جہاں آج تک بجلی بحال نہیں ہوئی، اتنے عرصے سے بجلی کے بغیر ہی گزارہ چل رہا ہے۔ سڑکیں ٹوٹ گئیں لیکن پھر بھی زندہ ہیں اور آپ یہ دیکھیں کہ basic necessity ہے انسان کی خوراک اور اس کے بغیر بھی کتنے عرصے تک انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ زلزلہ زدگان میں سے ممکن ہے کہ اُس بچی کی کہانی آپ نے سنی ہو جو کئی دن تک زندہ رہی اور اپنی پنسل سے اپنی نوٹ بک پہ لکھتی رہی کیونکہ سکول ہی میں وہ اپنی چھت کے نیچے آ گئی تھی۔ جب بھی اس کی آنکھ کھلتی تھی تو اسے روشنی کی ہلکی سی لکیر نظر آتی تھی اور وہ لکھتی تھی جس میں آخر میں اُس نے ٹھٹھرنے اور اپنی بھوک کی شکایت کی اپنی ماں اور اپنے باپ سے لیکن کوئی اس کی مدد کو نہیں پہنچا اور آخرِ کار وہ بچی موت کے منہ میں چلی گئی۔

انسان خوراک کے بغیر بھی کئی دن تک زندہ رہ سکتا ہے لیکن ان بنیادی ضروریات کے مقابلے میں انسان کی جو شعوری ضرورت ہے، اس کی روح کی جو ضرورت ہے، اس کے اثرات انسان کی زندگی پر جب مرتب ہوتے ہیں تو انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ اس کے بغیر اُس کا گزارہ ممکن نہیں کیونکہ انسان کے اندر سے انسانیت ختم ہو جاتی ہے، انسان انسان کہلانے کا مستحق نہیں رہتا۔ جس فیلڈ میں سائنس دانوں نے کام کیا یا قانون بنانے والوں

نے کام کیا یا اسی طرح معاشرتی فلاح و بہبود کرنے والوں نے جو کام کیے ان کاموں کا دائرۂ کار بڑا محدود ہے۔ اس کے برعکس جس دائرے میں رسولوں نے کام کیا اس کے اثرات پوری انسانیت پر مرتب ہوئے۔ آج بھی دنیا میں دیکھئے بات محمد رسول اللہ ﷺ کی ہو یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی، بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہو یا دیگر پیغمبروں کی، دنیا کی پہچان کے حوالے سے اگر ہم دیکھنا چاہیں تو انسانوں نے بے شک جغرافیائی حدود [bounderies] کو اپنی پہچان بنایا، ویزہ جو ملتا ہے یا ویزہ جو لینا پڑتا ہے وہ اسی بنیاد پر لیکن دنیا میں جو سب سے بڑی پہچان بنتی ہے وہ انسان کا مذہب ہے۔ نام بھی پہچان ہے لیکن مذہب بڑی پہچان ہے۔ مذہب ہو یا نہ ہو دونوں طرح سے انسان پہچانے جاتے ہیں۔ بہر حال آج دنیا کا کثیر حصہ کسی نہ کسی کے ساتھ منسلک ضرور ہے تو وہ کام جو رسولوں نے کیے اس کے اثرات ہمہ گیر ہیں۔ اس کے اثرات ہمیں آج تک نظر آتے ہیں اور آپ یہ دیکھئے کہ انسانوں کے اندر اگر مثبت تبدیلی آئی تو رسولوں کی وجہ سے، سوسائٹیاں بدلیں رسولوں کی وجہ سے، امن بدلا رسولوں کی وجہ سے، سوشل جسٹس ملا تو رسولوں کی وجہ سے اور پھر آپ دیکھیں زندگی گزارنے کا پروگرام ملا تو رسولوں کی وجہ سے، رسولوں کے پاس یہ پیغام ربّ کے پاس سے آیا، وحی کے ذریعے، انسان کو بنانے والے نے، نظام بنانے والے نے یہ پیغام بھیجا۔

جو کارنامے سائنس دانوں کے ہیں ان کے اثرات بہت محدود ہیں اور جو کارنامہ رسولوں نے انجام دیا اس کے اثرات بہت ہمہ گیر ہیں، خاص طور پر محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے گئے پیغام کے اثرات۔ یہ بات صرف مسلمانوں کی نہیں آج پوری دنیا میں اس بات کو اندر سے محسوس کیا جاتا ہے۔ اگر اس وقت آپ دیکھنا چاہیں 'دنیا کے سو بڑے انسان' (ایک کتاب کا نام ہے) میں تو پہلا نام کس کا ہے؟ وہ نام ایک رسول کا ہے جس نے انسانیت کو سب سے بڑھ کر متاثر کیا، جس کی ذات کے، جس کے پیغام کے، جس کے کام کے اثرات انسانیت

پر سب سے زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ رسولوں نے جو کچھ کیا وہ انسانوں کی زیادہ بڑی ضرورت تھی۔اللہ تعالیٰ نے اسی ضرورت کے حوالے سے پارے کا آغاز کیا:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ م مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط

"یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ہم نے ان کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے"۔

یہ رسول اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے آئے اپنے خالق کے ساتھ متعارف کروانے کے لیے آئے ،انسان کو اس کا مقصدِ زندگی سمجھانے کے لیے آئے۔رسول ہی تو تھے جنہوں نے اس کائنات کی اصل حیثیت کو سمجھایا۔رسول ہی تو تھے جنہوں نے اس کائنات میں انسان کی اصل حیثیت کا تعین کیا۔اگر بات فقط سائنس دانوں کی ہوتی تو عقل بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں جو نظریہ انہوں نے اس کائنات کے لیے دیا۔کائنات کے لیے انہوں نے یہ کہا کہ ایک Big Bang ہوا اور خود بخود یہ کائنات وجود میں آئی جبکہ تحقیقات ہی یہ ثابت کرتی ہیں کہ چانس ہی نہیں ہے کہ ایک سالمہ جو چھوٹے سے چھوٹا ذرہ ہے بغیر کسی وجود میں لانے والے کے خود سے وجود میں آجائے تو یہ تو خود اپنی نفی بھی کرتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کے بارے میں جو تصور انسانوں نے دیا، اتنا بھیانک اور اتنا شرمناک تصور ہے کہ انسان کو اپنے وجود پر شرمندگی ہوتی ہے۔مثال کے طور پر ڈارون نے کہا کہ انسان پہلے انسان نہیں تھا، بندر تھا۔میرا بیٹا انسائیکلوپیڈیا لے کر آیا بچوں کے لیے تو اس میں ایک مضمون تھا جس میں تصویریں بھی تھیں اور انسان کے آغاز کی کہانی بھی تھی۔مجھ سے اُس نے یہ سوال کیا کہ یہ سب کیا ہے؟ کیا واقعی انسان پہلے ایسا ہوتا تھا؟ کیا پہلے وہ لباس

نہیں پہنتا تھا؟ کیا پہلے اس کی شکل بندروں جیسی تھی؟ کیا اس کی حرکات وسکنات بندروں جیسی تھیں؟ کیا واقعی انسان کا شعور ایسا تھا جیسا آج بندر کا ہے؟ ماما! کیا ہم ایسے ہی انسانوں کی اولاد میں سے ہیں؟ سائنس دانوں نے انسانیت کے آغاز کی توہین آمیز کہانی گھڑی ہے کہ انسان بتدریج بندر سے انسانیت کے مقام پر پہنچا ہے، یہ توہین انسانیت کی توہین ہے۔ یہ رسول تھے جنہوں نے یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ آدَمَ (بنی اسرآئیل:70)

''اور ہم نے بنی آدم کو عزت اور بزرگی دی''۔

اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو بڑا شرف بخشا، بڑی عزت دی، پوری کائنات میں سب سے قابلِ عزت یہی مخلوق ہے اور جو نشانی اس مخلوق کے پاس ہے، کائنات کی کسی مخلوق کے پاس یہ نشانی نہیں ہے اور جانتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ جس نشانی کو ختم کرنے کے لیے آج شیطان اور اس کے ساتھی پوری طرح سے مصروفِ عمل ہیں، وہ نشانی لباس ہے۔

آپ دیکھیے نہ کوا لباس پہنے، نہ بکری پہنے، نہ شیر پہنے، نہ دنیا کی کوئی اور مخلوق پہنے، نہ کیڑے مکوڑے، نہ پرندے، نہ مچھلیاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے لباس کو نشانی بنایا، انسانیت کی نشانی۔ انسان اپنے قابلِ شرم حصوں کو ڈھانپتا ہے اور دوسری کوئی مخلوق نہیں ڈھانپتی۔ اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر جو انتظام کر دیا بس اتنا کافی ہے، اتنا ان کے اندر شعور ہی نہیں ہے کہ وہ اس کی ضرورت کو محسوس کر سکیں۔ آج باشعور انسان کو ایک بار پھر جانوروں کی سطح تک پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے اس لیے اس کے آغاز کی جو کہانی ہے اس کو ہی خراب کر دیا۔ یہ رسول تھے جنہوں نے انسانیت کو ان کا Status دلوایا، جنہوں نے انسانیت کے آغاز کے بارے میں بتایا کہ انسان کیسے اس دنیا میں آیا؟ زمین پر آنے کے اسباب کیا تھے؟ اور انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ انسان نے اپنے موت کے ساتھ ختم ہو جانا ہے یا موت کے بعد

اسے دوبارہ زندگی ملے گی؟ اور اگر اسے دوبارہ زندگی ملے گی تو یہ رسول تھے جنہوں نے ربّ العزت کے اس مقصد کو واضح کیا کہ اُس زندگی میں وہی مقام ملے گا جیسا عمل اس دنیا میں کیا ہوگا۔ اعمال کے مطابق دوسری زندگی ملے گی، اچھی یا بری زندگی۔

یہ مکمل پیکج ہے جسے عقل بھی تسلیم کرتی ہے اور یہ قابلِ عزت پروگرام ہے جس کے اثرات انسانی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے انسان کے اندر انسانیت اُبھرتی ہے، جس کی وجہ سے انسان ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتے ہیں، ایثار کرتے ہیں، تعاون کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ہمدردی کے جذبات اُبھرتے ہیں، جس کی وجہ سے انسان کے ذہن کو، اس کے دل کو امن نصیب ہوتا ہے اور پورے معاشرے کو، پوری زمین پر بسنے والی انسانیت کو امن نصیب ہوتا ہے۔

یہ رسولوں کا لایا ہوا پروگرام ہے جس کی وجہ سے انسانوں کو سوشل جسٹس نصیب ہوسکتا ہے۔ باقی آپ دیکھئے کہ عارضی طور پر پانی کے اوپر بلبلے اُبھر آتے ہیں لیکن حباب کی زندگی، بلبلے کی زندگی اور ایک صاحبِ عمل انسان کی زندگی میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اس کائنات میں آنے والے بہت سے انسان تھے جنہوں نے بہت کام کیے لیکن ہر ایک کا کام ایک بلبلے کے کام سے زیادہ کا کام نہیں تھا۔ جتنے اثرات ایک بلبلہ پیدا کرتا ہے شاید اتنے اثرات بھی سائنس دانوں کے نہیں ہیں لیکن اس کے مقابلے میں جتنے اثرات رسولوں نے پیدا کیے وہ long lasting ہیں۔ انسانیت اس سبق کو بھول جائے، انسانیت اس کے مطابق زندگی نہ گزارے یہ اور بات ہے۔ آج کی ساری پریشانیاں، فرسٹریشنز، لوگوں کے درمیان جو تعلقات کی خرابیاں ہیں، گھرانوں کی خرابی ہو، معاشرتی خرابیاں ہوں، انٹرنیشنل ریلیشنز کی جو خرابی ہے، پھر دنیا میں جو عدل وانصاف نہیں، قومیں قوموں پر چڑھائیاں کرتی ہیں، قومیں دوسروں کی دولت لوٹ لیتی ہیں، دوسروں کے وسائل پہ قبضہ کرنا چاہتی ہیں، انسانی حقوق کی جو پامالی

ہورہی ہے،ان ساری برائیوں کوختم کرنے کے لیے رسول آئے۔

آپ دیکھئے کہ انسانیت کی فلاح کا جو بنیادی پروگرام ہے،اس پروگرام میں انسانیت کے ذہن کی جو سیٹنگ کی گئی اس کے لیے رسولوں نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔عملی پروگرام دیئے، انفرادی، اجتماعی اور بین الاقوامی زندگی کے لیے ضابطے دیئے اور ایک ایسا دور آیا تھا انسانیت پر، نہ اس سے پہلے ایسا دور دیکھا گیا نہ اس کے بعد،جس منزل کو انسانیت پہنچنا چاہتی ہے کہ کوئی انسان بھی ایسا نہ ہو جو بھوک کی وجہ سے ختم ہوجائے،کوئی انسان بے روزگار نہ ہو، کوئی انسان اپنے معاشی حالات کی وجہ سے پریشان نہ ہو، یہ خواب ہیں مادیت پرست انسانوں کے اور وہ چاہتے ہیں کسی بھی مادی نظام کی وجہ سے یہ تبدیلی ہم لے آئیں لیکن یہ تبدیلی ہمیشہ ایسے نظام کی وجہ سے آتی ہے جو دوہرے اثرات رکھنے والا ہو، رُوحانی نظام بھی ہو اور دوسری طرف عملی نظام بھی تو یہ نظام انسان نہیں بنا سکتا۔یہ نظام ربّ نے دیا ہے اور رسولوں نے اس کو Impliment کر کے دکھایا ہے۔

ایک دور ایسا آیا تھا جب زکوٰۃ لینے والے نہیں رہے تھے، دینے والے بھی تھے۔اس سے زیادہ خوشحالی کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ لینے والے ہاتھ ختم ہوجائیں۔آپ دیکھئے کوئی معاشرہ کتنا ہی خوشحال کیوں نہ ہو، یہ اَخلاق کی بات ہے، یہ کردار کی بات ہے کہ لینے کی خواہش کنٹرول ہوجائے ورنہ تو آپ دیکھئے کہ لینے کی خواہش تو ان افراد کے اندر بھی برقرار رہتی ہے جو مالی طور پر خوشحال ہوتے ہیں۔یہ اندر کی تبدیلی ہے اور اندر کی تبدیلی ہی اصل اثرات لے کے آتی ہے،اصل میں یہ تبدیلی Long lasting ہوتی ہے۔

رسولوں نے انسان کو انسان کی اولاد بتایا۔رسولوں نے یہ بتایا کہ انسانیت کا خالق ربّ ہے۔رسولوں نے یہ بتایا کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا ربّ ہے۔رسولوں نے یہ بتایا کہ اُس کے کُــن کہنے سے کائنات وجود میں آئی تھی۔رسولوں نے اس زمین پر انسان کو بھیجنے کا

پروگرام بتایا، رسولوں نے انسان کو اس کی ذمہ داریاں بتائیں۔ جب تک رسولوں نے رہنمائی کی، اس وقت تک انسانیت نے سکون پایا، امن پایا، انصاف پایا اور رسولوں کی رہنمائی جب نہیں رہتی جیسے آج جس دور میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں، رہنمائی موجود تو ہے لیکن اس پر اجتماعی طور پر عمل درآمد نہیں ہو رہا تو رسولوں کی رہنمائی کے بغیر انسان گمراہ ہوتے ہیں، تباہ ہوتے ہیں، اس کے بغیر انسان کامیاب نہیں ہوتے۔

آج اگر ہم اپنی تباہی کے اسباب دیکھنا چاہیں تو اصل سبب رسولوں کے ساتھ بے تعلقی ہے اور آپ دیکھئے جو رسول کے ساتھ صحیح اور سچا تعلق نہیں رکھتا وہ اپنا تعلق ربّ سے کیسے رکھتا ہے؟ وہ رسول ہیں جو درمیانی واسطہ ثابت ہوا، وہ رسول ہی تھے جنہوں نے سفرِ آخرت کے لیے منصوبہ دیا۔ رسول یکے بعد دیگرے آئے، انسانیت کی مسلسل رہنمائی کے لیے آئے، انسانوں کی کامیابی کا پروگرام لے کر آئے، ناکامی سے ڈرانے کے لیے آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسالت کے ساتھ ہی کامیابی نصیب ہو سکتی ہے، رسالت کے ساتھ ہی انسان انسانیت کے مقام پر رہ سکتا ہے، وہ انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ رسول جو تبدیلی پیدا کرتے رہے اس کو اگر ہم سادہ لفظوں میں دیکھنا چاہیں تو رسولوں نے پورے کے پورے انسان کو اندر سے بدل ڈالا۔ رسولوں کی تبلیغ کے اثرات اعتقاد میں بھی نظر آئے، رسولوں کی تبلیغ کے اثرات انسان کے اخلاق پر بھی نمایاں نظر آئے، رسولوں کی تبلیغ کے اثرات انسانی تعلقات میں بھی نظر آئے، رسولوں کی تبلیغ اور تعلیم کے اثرات انسانوں کے قانون میں بھی نظر آئے، اس کی Implimentation میں بھی نظر آئے، ریاستی نظام میں بھی نظر آئے اور بین الاقوامی تعلقات میں بھی نظر آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کے لیے ایک ہی راستہ ہے، واپسی رسالت کی طرف۔ اگر آج بھی رسولوں کو رہنما بنا لیا جائے تو انسانیت کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو سارا پروگرام دینے کے بعد یہ فرمایا:

تِلْکَ الرُّسُلُ

''یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے)۔''

جن کے توسط سے حلال وحرام کا پتہ چلا، جن کے توسط سے نکاح طلاق کے احکامات کا پتہ چلا، جن کے توسط سے عبادت کے طور طریقے پتہ چلے، جن کے توسط سے آپ نے دیکھا تاریخ میں ہمیشہ مد و جزر آتے رہے۔

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ

''یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ہم نے ان کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے''۔

رسول آتے رہے رسالت کا فریضہ انجام دیتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف درجات پر فائز ہوتے رہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسولوں نے رسالت کا فریضہ کیسے انجام دیا؟ رسول براہِ راست فرشتے کے ذریعے سے رہنمائی حاصل کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کو انہوں نے کتابوں میں نہیں پڑھا۔ کتابیں ان کے توسط سے انسانیت کے پاس پہنچیں۔ رسولوں کی رہنمائی براہِ راست تھی، فرشتے کے توسط سے تھی۔ یوں رسولوں نے رسالت کا فریضہ انجام دیا۔

اگر ہم مختصراً دیکھنا چاہیں کہ رسولوں نے کیا کیا تو رسولوں نے اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور اس کی بندگی، اس کی غلامی کی دعوت دی۔ دیکھئے باتیں تو دو ہی ہیں: ایک طرف اگر خود پرستی ہے، 'میں' انا پرستی تو دوسری طرف خدا پرستی ہے۔ اَنا پرستی جس بھی راستے سے آئے بہر حال وہ ایک دین ہے، ایک طریقہء زندگی ہے اور خدا پرستی ہمیشہ رسولوں کے توسط سے آئی ہے۔ یہ دو راستے ہیں، اَنا پرستی کا انجام آگ ہے اور خدا پرستی کا انجام جنت ہے۔ یہ زندگی کے دو پروگرام ہیں۔ اَنا پرستی انسان کو کسی چیز کی پرستش کی طرف لے جا سکتی ہے لیکن خدا پرستی کا

ازل سے ایک ہی راستہ رہا ہے۔ وہی قانون ستاروں، سیاروں، گلیکسیز کے اندر بھی ہے اور وہی قانون انسانوں کو بھی دیا گیا۔ ایک انسان جو خود پرست ہے، اپنی مرضی کرنا چاہتا ہے وہ اپنی مرضی کے راستے ڈھونڈ لیتا ہے۔ جہاں پر اسے ذہنی ہم آہنگی محسوس ہو، اسی قانون کو، اصول کو، طریقے کو اپنا لیتا ہے لیکن خدا پرست ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے رہنمائی لیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے رسولوں سے رہنمائی لیتا ہے۔

رسول رسالت کا فریضہ انجام دیتے رہے، انسان کو اس کے ربّ کے ساتھ جوڑتے رہے، direct تعلق۔ دیکھئے گا: رسول اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑتے رہے لیکن بیچ میں نہیں آئے۔ واسطہ ضرور بنے لیکن براہِ راست تعلق کے بعد رسول چلے بھی گئے تو یہی براہِ راست تعلق آج بھی جاری و ساری ہے۔ جو بھی آج ربّ سے رشتہ قائم کرنا چاہتا ہے، ہدایت اور رہنمائی لینا چاہتا ہے تو وہ ہدایت رسولوں سے لے گا لیکن اس کا رابطہ براہِ راست بنے گا، تعلق براہِ راست بنے گا۔ رسول انسانوں کو تعلیم دیتے رہے نفس کو پاک کرنے کی اور معاشرے کو پاک کرنے کی۔ رسول ایسا گروہ میں وجود میں لاتے ہیں جس کے پاکباز افراد انسانیت کی رہنمائی کرتے ہیں، ایسا نظام قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو انسان کو امن و سلامتی عطا کرے۔

رسالت کے طریقہ کار کو جاننے کی ضرورت ہے۔ کیا کوئی شخص خود دعویٰ کرلے کہ میں رسول ہوں تو وہ رسول ہوسکتا ہے؟ کیا خود سے اس چیز کا فیصلہ کیا جاتا ہے یا لوگ ووٹ دیتے ہیں تو رسول بن جاتے ہیں؟ ہمارے ہاں ووٹ دینے کا طریقہ زیادہ رائج ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول مقرر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ہماری رہنمائی کی ہے سورۃ الحج کی آیت 75 میں جب فرمایا:

اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ (الحج:75)

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (اپنے فرامین کی ترسیل کے لیے) ملائکہ میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی، وہ سمیع و بصیر ہے۔''

اللہ تعالیٰ رسول خود منتخب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ رسولوں کی طرف وحی بھیجتا ہے۔ یہ وحی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی جاتی ہے رسولوں کے توسط سے انسانوں تک پہنچتی ہے۔ فرمایا:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ (الانبیاء:25)

''ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اُس کو بھی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، میری ہی بندگی کرو۔''

اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پہلے رسول نہیں ہیں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے رسول منتخب ہوتے ہیں۔

بنیادی طور پر رسالت کی ذمہ داری کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا تَکۡتُمُوۡنَ (المائدہ:99)

''رسول پر تو صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے، آگے تمہارے کھلے اور چھپے سب حالات کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے''۔

کیونکہ اس کے بعد سارے معاملات تو اللہ تعالیٰ کے حوالے ہیں۔ آپ کا کام تو پیغام پہنچا دینا ہے۔

رسول کا مشن کیا ہوتا ہے؟ رسول کا مشن اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے دین کو تمام نظام ہائے زندگی کے مقابلے میں غالب کرنا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہی رسولوں کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا جاتا ہے۔ جیسے ربّ العزت نے فرمایا:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ (الصف:9)

''وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اگر چہ کافروں کو کتنا ہی نا گوار کیوں نہ ہو''۔

رسول اس لیے آتے ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ اللہ ربّ العزت نے سورۃ النساء میں فرمایا:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (النساء:69)

''جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام اور صدّیقین اور شہداء اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں!''

جو رسولوں کی اطاعت کرتا ہے بلاوجہ نہیں کرتا، انسان یہ محسوس کرتے ہیں کہ رسولوں سے زیادہ خیر خواہ [sincere] کوئی اور نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خیر خواہی رسولوں پر ختم ہے۔ اتنا اخلاص، اتنی خیر خواہی جب انسان محسوس کرتے ہیں تو انسان رسولوں کی اطاعت کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ رسول انسانوں کی کامیابی کے لیے حریص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (التوبہ:128)

''دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آ گیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا

نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے
والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے''۔

رسولوں کی آمد کا مقصد انسانیت کو warn کرنا تھا، تنبیہ کرنے کے لیے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِھِمْ فَجَآءُ وْھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا ط وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ
(الروم:47)

''اور ہم نے تم سے پہلے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے، پھر جنہوں نے جرم کیا ان سے ہم نے انتقام لیا اور ہم پر یہ حق تھا کہ ہم مومنوں کی مدد کریں''۔ ا

اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے توسط سے مدد کی کہ رسول روشن نشانیاں لے کر آئے، رسول warnings دینے کے لیے آئے۔ اسی طرح سورۃ الصافات میں فرمایا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْھِمْ مُّنْذِرِیْنَ (الصافات:72)

''اور اُن میں ہم نے تنبیہ کرنے والے رسول بھیجے تھے''۔

رسولوں کے آنے کا مقصد اگر بشارت ہے تو تنبیہ بھی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ

''یہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی''۔

کچھ رسول اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے والے تھے، کچھ رسول ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے معجزات دیئے، کچھ رسول ایسے تھے جن کی ذاتی زندگی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ان

کی خصوصیات کو پسند کیا۔صبر کے معاملے میں حضرت ایوب علیہ السلام سے آگے کوئی نظر نہیں آتا، صبرِ ایوب علیہ السلام لیکن اگر ہم دیکھنا چاہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام میں صبر کی بھلا کہاں کمی تھی؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے صبر سے نوازا تھا کہ جس وقت بادشاہ نے انہیں قید خانے سے بلوایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے اوپر ضبط تھا، جتنا وہ کنٹرول کرتے تھے اتنا میں اپنے اوپر کنٹرول نہیں کر سکتا تھا، مجھے اگر یہ پیغام آجاتا تو میں ضرور چلا جاتا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو روک کر رکھا، وہ پیغام کے جواب میں گئے نہیں جب تک کہ معاملات کی تحقیق نہیں ہوگئی۔اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کی یکسوئی کو دیکھیں، مثال ہے اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہونے کی، وفاداری کی مثال ہے۔پھر اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جتنی مشکلات برداشت کیں، کسی نبی نے اپنی قوم کی طرف سے اتنی اذیتیں برداشت نہیں کیں۔

رسولوں کے اندر خصوصیات کس نوعیت کی ہیں؟ ہر رسول دوسروں کے مقابلے میں کوئی نہ کوئی نمایاں خصوصیات ضرور رکھتا ہے۔کچھ فیچرز، کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک خاص میدان میں فضیلت عطا کی ہے۔کچھ فضیلتیں اَخلاق کے اعتبار سے ہیں، کچھ دُنیا کے اعتبار سے، کچھ آخرت کے اعتبار سے اور کچھ دنیا اور آخرت دونوں کے اعتبار سے۔مثال کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی انبیاء علیہم السلام پر جو فضیلت دی گئی، اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم:4)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اَخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں“۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اعتبار سے بھی فضیلت دی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کو مکمل کر دیا گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والی کتاب آخری کتاب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت آخری

اُمت، آپ ﷺ قربِ قیامت کی علامت ہیں۔ آپ ﷺ نے اس دین کو نافذ کر کے دکھایا۔ پھر آپ دیکھیے کہ آپ ﷺ کی فضیلت کا ایک بڑا سبب آپ ﷺ کا تذکرہ، ہر اذان میں، ہر نماز میں آپ ﷺ پر درود بھیجنا، پھر اسی طرح آخرت میں آپ ﷺ کا مقام سب سے زیادہ بلند ہوگا، مقامِ محمود پر آپ ﷺ فائز ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ رسولوں کے مراتب اور درجات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر درجے عطا کیے۔ معراج کے بیان میں ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ نے کس طرح سے مختلف انبیاء علیہم السلام کو مختلف آسمانوں پر پایا تو یہ رسولوں کے مرتبے کی کمی بیشی پر دلیل تھی۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسولوں کی فضیلت کے کیا ممکنہ اسباب ہو سکتے ہیں؟ پہلا سبب تو یہ ہو سکتا ہے کہ بعض رسولوں کو دوسروں کے مقابلے میں وسیع دائرہ کار دیا گیا۔ مثال کے طور پر کبھی کوئی ایک قبیلے یا ایک قوم یا ایک نسل میں آیا اور کبھی اپنے وقت کی تمام اقوام کے لیے رسول بن کر آیا۔ نبی ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء:107)

”ہم نے آپ ﷺ کو سارے جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے“۔

ایک سوال یہاں پر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے، رسولوں کے درجات مقرر کیے، مراتب بھی مختلف ہیں لیکن کیا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو فضیلت دینا ہمارے لیے مناسب ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مجھے دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت نہ دو“۔

وجہ کیا ہے؟ کہ جب ایک کو مرتبہ دیا جاتا ہے تو دوسرے کا گھٹایا جاتا ہے اور اسی سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ فضیلت دینا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ مان لینے میں ہی انسان کا فائدہ ہے۔ انسان کا کام مان لینا ہے اور اللہ تعالیٰ

کا کام ہے فیصلے کرنا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کو وہ چیزیں دی گئیں جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نہیں دی گئیں لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت نہ دو۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَآءِ قَبْلِيْ : نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَآئِمُ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلَىٰ قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ .(صحیح بخاری:438)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو نہیں دی گئی تھیں:

1۔ ایک مہینے کی راہ سے میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی ہے۔

2۔ میرے لیے تمام زمین میں نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کی اجازت ہے، اس لیے میری اُمت کے جس آدمی کی نماز کا وقت (جہاں بھی) آ جائے اسے (وہیں) نماز پڑھ لینی چاہیے۔

3۔ میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے۔

4۔ پہلے انبیاء علیہم السلام خاص اپنی قوموں کی ہدایت کے لیے بھیجے جاتے تھے لیکن مجھے دنیا کے تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے۔

5۔ مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے''۔

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ ﷛ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ . (صحیح مسلم:5940)

حضرت ابو ہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی''۔

عَنْ جُنْدَبٍ ﷛ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَقُوْلُ : أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ . (صحیح مسلم:5966)

حضرت جندب ﷛ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ''میں حوضِ (کوثر) پر تم سے پہلے موجود ہوں گا''۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

''ان میں سے بعض سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کیے''۔

اللہ تعالیٰ نے کن انبیاء علیہم السلام سے کلام کیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے، حضرت آدم علیہ السلام سے اور محمد رسول اللہ ﷺ سے۔

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ ﷛ قَالَ : اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ : وَالَّذِی اصْطَفٰی مُحَمَّدًا ﷺ عَلَى الْعَالَمِيْنَ فِیْ قَسَمٍ يُقْسِمُ بِهِ فَقَالَ الْيَهُوْدِیُّ : وَالَّذِی اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَى الْعَالَمِيْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَطَمَ

الْیَھُوْدِیَّ فَذَھَبَ الْیَھُوْدِیُّ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَاَخْبَرَہُ بِالَّذِیْ کَانَ مِنْ اَمْرِہٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ فَقَالَ : لَا تُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی فَاِنَّ النَّاسَ یَصْعَقُوْنَ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ فَاِذَا مُوْسٰی بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَآ اَدْرِیْ اَکَانَ مِمَّنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِیْ اَوْ کَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَی اللّٰہُ ؟ (صحیح بخاری:3408)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مسلمانوں کی جماعت کے ایک آدمی اور یہودیوں میں سے ایک شخص کا جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو ساری دنیا میں برگزیدہ بنایا! قسم کھاتے ہوئے انہوں نے یہ کہا۔ اس پر یہودی نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو ساری دنیا میں برگزیدہ کیا! اس پر مسلمان نے یہودی پر ہاتھ اُٹھا کر تھپڑ مار دیا۔ وہ یہودی نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنے اور مسلمان کے جھگڑے کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے اسی موقع پر فرمایا کہ ''مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح نہ دیا کرو۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش کر دیے جائیں گے اور سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا، پھر دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے کھڑے ہیں، اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ بھی بے ہوش ہونے والوں میں تھے اور مجھ سے پہلے ہی ہوش میں آ گئے یا انہیں اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے والوں میں ہی نہیں رکھا تھا''۔

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کرنا بڑے شرف کی بات ہے اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کے توسط سے یہ فرمایا کہ مجھے دوسروں پر فضیلت نہ دو اور خاص طور پر موسیٰ علیہ السلام پر تو مجھے فضیلت نہ دو۔ اس سے یہ

پتہ چلتا ہے کہ جب ایک کی فضیلت دوسرے پر ثابت کی جاتی ہے تو اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ اس سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور اختلاف ختم کرنے کے لیے رسول آتے ہیں اور اگر ایک دوسرے پر فضیلت دی جائے تو پھر اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ : سَمِعَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ : لَا تُطْرُوْنِي كَمَآ أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَآ أَنَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا : عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ . (بخاری:3445)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو نصاریٰ نے ان کے مرتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں''۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَّقُوْلَ : أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى (صحیح بخاری:3416)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کے لیے یہ کہنا لائق نہیں کہ میں یوسف بن متی سے افضل ہوں''۔

اسی طرح ایک اور روایت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : يَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ ثُمَّ أَتَانِي الدَّاعِي لَأَجَبْتُهُ . (صحیح بخاری:3387)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ

لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ وہ زبردست رکن (یعنی خداوند کریم) کی پناہ لیتے ہیں اور اگر میں اتنی مدت تک قید میں رہتا جتنی یوسف علیہ السلام رہے تھے اور پھر میرے پاس (بادشاہ کا آدمی) بلانے کے لیے آتا تو میں فوراً اس کے ساتھ چلا جاتا''۔

ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ نے Comparatively ہر نبی کی خاص بات کو highlight کیا اور بتایا کہ ان کی شخصیت کا نمایاں فیچر یہ تھا اور اگر اس اعتبار سے مجھے ان کے ساتھ رکھو گے تو میں ان سے پیچھے ہوں اور وہ مجھ سے آگے۔ یہ آپ ﷺ کی تواضع بھی تھی اور اختلاف سے بچانے کا طریقۂ کار بھی تھا کہ آپ میری فضیلت دوسروں کے مقابلے میں ثابت نہ کرنا۔

خاص بات انبیاء علیہم السلام کے درجات کے حوالے سے جو ہمیں واقعۂ معراج سے پتہ چلتی ہے، آپ ﷺ کا اپنے گھر سے روانہ ہونا اور بالآخر ساتویں آسمان پر پہنچ جانا یہ چھوٹی اور سادہ بات نہیں ہے، اس مقام پہ پہنچنا جہاں کوئی مخلوق نہ اس سے پہلے پہنچی نہ اس کے بعد۔ سدرۃ المنتہیٰ جہاں پر رسول اللہ ﷺ پہنچ گئے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آگے میں نہیں جا سکتا آپ ﷺ جائیے کہ آپ ﷺ کے جانے کے لیے حکم دیا گیا اور اب آپ ﷺ کا اور ربّ کا معاملہ ہے۔ تنہائی میں ایسی ملاقات اور پھر یہ کہ حاضری بھی اور حضوری بھی دونوں ہی باتیں بے انتہا اہمیت کی حامل ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ : كَانَ أَبُوْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِيْ وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَآءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِيءٍ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ

بِیَدِیْ فَعَرَجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ فَلَمَّا جَآءَ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا قَالَ جِبْرِیْلُ لِخَازِنِ السَّمَآءِ : اِفْتَحْ قَالَ مَنْ ھٰذَا ؟ قَالَ : ھٰذَا جِبْرِیْلُ قَالَ : مَعَکَ اَحَدٌ ؟ قَالَ : مَعِیَ مُحَمَّدٌ قَالَ : اَرْسِلَ اِلَیْهِ ؟ قَالَ : نَعَمْ فَافْتَحْ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَآءَ اِذَا رَجُلٌ عَنْ یَّمِیْنِهٖ اَسْوِدَةٌ وَعَنْ یَّسَارِهٖ اَسْوِدَةٌ فَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ یَمِیْنِهٖ ضَحِکَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَکٰی فَقَالَ : مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ : مَنْ ھٰذَا یَا جِبْرِیْلُ ؟ قَالَ : ھٰذَا اٰدَمُ وَھٰذِهِ الْاَسْوِدَةُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِیْهِ فَاَھْلُ الْیَمِیْنِ مِنْھُمْ اَھْلُ الْجَنَّةِ وَالْاَسْوِدَةُ الَّتِیْ عَنْ شِمَالِهٖ اَھْلُ النَّارِ فَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ یَمِیْنِهٖ ضَحِکَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَکٰی ثُمَّ عَرَجَ بِیْ جِبْرِیْلُ حَتّٰی اَتَی السَّمَآءَ الثَّانِیَةَ فَقَالَ لِخَازِنِھَا : اِفْتَحْ فَقَالَ لَهٗ خَازِنُھَا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُ فَفَتَحَ قَالَ اَنَسٌ : فَذَکَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ فِی السَّمٰوٰتِ اِدْرِیْسَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی وَاِبْرَاھِیْمَ وَلَمْ یُثْبِتْ لِیْ کَیْفَ مَنَازِلُھُمْ غَیْرَ اَنَّهٗ ذَکَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ اٰدَمَ فِی السَّمَآءِ الدُّنْیَا وَاِبْرَاھِیْمَ فِی السَّادِسَةِ وَقَالَ اَنَسٌ : فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِیْلُ بِاِدْرِیْسَ قَالَ : مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ فَقُلْتُ : مَنْ ھٰذَا ؟ قَالَ : ھٰذَا اِدْرِیْسُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰی فَقَالَ : مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ : مَنْ ھٰذَا ؟ قَالَ : ھٰذَا مُوْسٰی ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِیْسٰی فَقَالَ : مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ : مَنْ ھٰذَا ؟ قَالَ : عِیْسٰی ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاھِیْمَ فَقَالَ :مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ

الصَّالِحِ قُلْتُ :مَنْ هٰذَا ؟ قَالَ : هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ . قَالَ : وَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رضي الله عنه وَأَبَا حَيَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ يَقُوْلَانِ : قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم : ثُمَّ عُرِجَ بِيْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ صَرِيْفَ الْأَقْلَامِ . (صحیح بخاری:3342)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے گھر کی چھت کھولی گئی، میرا قیام ان دنوں مکہ میں تھا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام اُترے اور میرا سینہ چاک کیا اور اسے زم زم کے پانی سے دھویا۔ اس کے بعد سونے کا ایک طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے لبریز تھا، اسے میرے سینے میں انڈیل دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف لے کر چلے، جب آسمانِ دنیا پر پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ دروازہ کھولو، پوچھا کہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں جبرئیل علیہ السلام، پھر پوچھا کہ آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ جواب دیا کہ میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا کہ آپ کو انہیں لانے کے لیے بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا: ہاں۔ اب دروازہ کھلا، جب ہم آسمان پر پہنچے تو وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، کچھ انسانی روحیں ان کے دائیں طرف تھیں اور کچھ ان کے بائیں طرف تھیں۔ جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو ہنس دیتے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو رو پڑتے۔ انہوں نے کہا: خوش آمدید نیک نبی نیک بیٹے! میں نے پوچھا: جبرئیل یہ صاحب کون بزرگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ انسانی روحیں ان کے دائیں اور بائیں طرف تھیں، ان کی اولاد بنی آدم کی روحیں تھیں، جو ان کے دائیں طرف تھیں وہ جنتی تھیں اور جو ان کے بائیں طرف تھیں وہ دوزخی

تھیں۔ اسی لیے وہ دائیں طرف دیکھتے تو مسکراتے اور بائیں طرف دیکھتے تو روتے تھے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام مجھے اوپر لے کر چڑھے اور دوسرے آسمان پر آئے۔ اس آسمان کے داروغہ سے بھی انہوں نے کہا کہ دروازہ کھولو، انہوں نے بھی اسی طرح کے سوالات کیے جو پہلے آسمان پر ہو چکے تھے، پھر دروازہ کھولا۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے تفصیل سے بتایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف آسمانوں پر حضرت ادریس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو پایا لیکن انہوں نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کے مقامات کی کوئی تخصیص نہیں کی، صرف اتنا کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدم علیہ السلام کو آسمانِ دنیا پر پایا اور ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر جب حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا خوش آمدید، نیک نبی نیک بھائی! میں نے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں؟ تو جبرائیل نے کہا: یہ ادریس علیہ السلام ہیں۔ پھر میں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے بھی کہا کہ نیک نبی نیک بھائی! میں نے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں؟ بتایا: یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے کہا: خوش آمدید نیک نبی نیک بیٹے! میں نے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

ابنِ شہاب سے زہری نے بیان کیا اور مجھے ایوب بن حزم نے خبر دی کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور ابو دحیہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے اوپر لے کر چڑھے اور میں اتنے بلند مقام پر پہنچ گیا جہاں سے قلم کے لکھنے کی آواز صاف سنائی دینے لگی تھی"۔

رسول اللہ ﷺ کومختلف آسمانوں پر جاتے ہوئے یہ مراتب، یہ درجات با قاعدہ observe کرنے کا موقع بھی ملا اور آپ ﷺ کو بلند ترین مقام تک پہنچایا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ کو وہ چیزیں دی گئیں جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نہیں دی گئیں لیکن آپ ﷺ نے اتنا مناسب طرزِ عمل اختیار کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت نہ دو اور وجہ کیا ہے؟ کہ اس سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں ربّ العزت نے فرمایا:

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

”اور ہم نے عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو بینات دیں اور روح القدس سے اس کی مدد کی“۔

دو باتیں ہمیں یہاں سے ملتی ہیں: ایک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور دوسرے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے سے تائید کا ہونا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کون سے معجزات عطا کیے تھے؟ پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو ہاتھ لگاتے تھے تو وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہو جاتا تھا، مُردوں کو آواز دیتے تھے تو وہ قبروں سے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے، مٹی سے پرندہ بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُڑنے والا پرندہ بن جاتا، اپنے پاس آنے والے افراد کو بتا دیتے تھے کہ کیا کھا کر آئے ہو اور کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ یعنی کیا کچھ ذخیرہ کیا ہوا ہے؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے روشن نشانیاں دیں۔

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

”اور روحِ پاک کے ساتھ ہم نے اس کی مدد کی“۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کس کس اعتبار سے ہوئی تھی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اس کلام کی وجہ سے ہوئی تھی جو اللہ تعالیٰ کا تھا، جسے حضرت جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے تھے۔

جبرائیل علیہ السلام کے توسط سے ان کو ایک ایسی زندگی نصیب ہوئی جو کسی اور کو نہیں ملی یعنی بن باپ کے ان کی پیدائش، پھر اسی طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام ہی وحی لے کر آئے، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمانوں پہ اُٹھالیا۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی عمر میں زندہ ہیں جس عمر میں انہیں اٹھایا گیا تھا اور اسی عمر میں انشاء اللہ تعالیٰ زمین پر واپس آئیں گے۔ پھر فرمایا:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ

"اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے بعد میں آنے والے کھلی نشانیاں آجانے کے بعد نہ لڑتے مگر انہوں نے اختلاف کیا۔ پھر ان میں سے کوئی ایمان لایا اور کسی نے انکار کر دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے"۔

یہاں پہلی بات جو ہمیں پتہ چل رہی ہے وہ یہ کہ روشن نشانیاں آنے کے بعد، معجزات ہوں یا اللہ تعالیٰ کا کلام ہو، ان کے بعد ہی انسانوں کے درمیان اختلاف ہوا۔ دوسری بات یہ پتہ چلتی ہے کہ روشن نشانیاں آنے کے بعد کچھ لوگوں نے اختلاف کیا اور کچھ لوگ کافر ہو گئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اختلاف کس کے ساتھ ہے؟ یہ اختلاف بظاہر تو انسانوں کے درمیان ہوتا ہے لیکن اصل میں اختلاف ربّ سے ہے، ربّ کے رسول سے ہے۔

وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

"لیکن انہوں نے اختلاف کیا"۔

اختلاف کا رزلٹ ہمیشہ دو طرح سے نکلا کرتا ہے: یا تو لوگ ایمان قبول کر لیتے ہیں یا

پھرانکار کردیتے ہیں۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی رسول کی مخالفت کے لیے کون سی چیز ہے جو انسان کو جری بناتی ہے؟ پہلی بات تو یہ کہ انسان یہ سوچتا ہے کہ ہم بزرگوں کے وارث ہیں، ہم نے اپنے بڑوں کا دامن تھام لیا ہے لہٰذا ہمیں کسی اور کی کیا ضرورت ہے؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ جب کسی اُمت کے زوال کا دور ہوتا ہے تو لوگ دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جنت بھی محفوظ رہے۔ اس وقت یہ عقیدہ کہ ہم بزرگوں کے وارث ہیں، ایک نفسیاتی سہارا بن جاتا ہے۔ وہ بزرگوں کے تصور میں یہ سکون پا لیتے ہیں کہ دنیا میں جو چاہیں کریں، ہماری آخرت خراب ہونے والی نہیں ہے۔ یہی اعتماد اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی مخالفت پر جری بنا دیتا ہے۔ یہاں ایک اور چیز ہے:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا

"اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے"۔

اللہ تعالیٰ نے کیوں نہ چاہا؟ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو جبراً اختلاف سے کیوں نہ روکا؟ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو امتحان کی غرض سے پیدا کیا، اُسے ارادے اور اختیار کی آزادی دی ہے۔ امتحان میں کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجے ہیں تاکہ انسانوں کو سیدھا راستہ دکھائیں۔ اگر انبیاء علیہم السلام جبراً دین قبول کروانے کے لیے کوششیں کرتے تو امتحان کا مقصد ختم ہو جاتا۔ سب کے سب مسلمان تو ہو جاتے لیکن امتحان باقی نہ رہتا اور اگر سب لوگ پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ ہوتے تب بھی امتحان کی کوئی ضرورت باقی نہ رہ جاتی۔ اس وجہ سے انسان کو اختیار دیا گیا، آزادی دی گئی، ارادہ دیا گیا کہ وہ اپنی مرضی سے جو راستہ چاہے قبول کرلے۔ پھر فرمایا:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ

"اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ارادہ کرتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ کے ارادے پر کسی کا ارادہ سبقت نہیں لے جا سکتا۔ اصل ارادہ اس کائنات میں ربّ کا ہے۔ ایک بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا، رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، بعض سے کلام کیا۔ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ نظر آتا ہے اور بعض کے درجے بعض پر بلند کیے۔ عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو اگر روشن نشانیاں عطا کیں تو اُسی کا ارادہ غالب آیا، اگر روحِ پاک سے مدد کی گئی تو اللہ تعالیٰ کا ارادہ غالب آیا اور اللہ تعالیٰ نے یہی بات کہی کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے درمیان اختلاف نہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہی نہ چاہا۔

اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو فضیلت دی تھی وہی فضیلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو بھی دی گئی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ اُس نے اُمتِ مسلمہ کو خیرِ اُمت کا مقام دیا، سب سے بہترین، درمیانی اُمت تو اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کی اصل حقیقت ہے۔ اس کے علاوہ کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو اپنے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات کی ساری سرگرمیوں کو اگر دیکھیں تو ایک ذات نظر آتی ہے، ایک ذات سرگرمِ عمل ہے۔ ہر آن وہ ایک نئی شان میں ہے۔ کسی کو زندگی دے رہا ہے، کسی کو موت سے ہمکنار کر رہا ہے، کسی قوم کو اٹھا رہا ہے، کسی کو گرا رہا ہے، کسی کو رزق دے رہا ہے، کسی کا رزق تنگ کر رہا ہے، کسی کو بیماری پہنچا رہا ہے، کسی کو صحت عطا کر رہا ہے اور سبھی کو اپنے رسولوں کے توسط سے ہدایت پہنچا رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ رسالت ایک مشن ہے اور رسول اس مشن کو پورا کرنے کے لیے Conscious تھے۔ ہم اس مشن میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ہم سے کیا ڈیمانڈ ہے؟ ہم نے اپنی زندگی میں کس کو Idealise کرنا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ سمجھانے کے لئے مثالی شخصیات کا تعارف کروایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں رسالت کے مشن میں شریک ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)